ماہنامہ

کاروان

فروری 2026ء

یہ رسالہ نوجوانوں کے اندر فکری اور ادبی صلاحیتوں کے فروغ کی ایک سنجیدہ کوشش ہے



کاروانِ اسلامی جمہوریہ پاکستان

ماہنامہ کاروان

فہرست

* نوٹ: اپنی تحاریر اس ای-میل پر ارسال کریں: monthlykarwaan@gmail.com

مصنفین کی تحریریں ان کے ذاتی خیالات کی عکاس ہیں، ادارہ ان آراء سے اتفاق کا پابند نہیں۔

حرفِ اوّل

رم ح

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ
امید ہے آپ بخیریت ہوں گے۔

چند ہی دنوں میں وہ مہینہ ہم پر سایہ فگن ہونے والا ہے جس کے آتے ہی وقت کی رفتار بدل جاتی ہے، معمولات کا رنگ نیا ہو جاتا ہے اور دل کسی انجانی سی بیداری کو محسوس کرنے لگتا ہے۔ رمضان المبارک محض دن میں بھوک پیاس کا نام نہیں، یہ تو ایک مکمل تربیت گاہ ہے۔
ہر سال یہ مہینہ آتا ہے، اور ہر سال ہم یہی ارادہ کرتے ہیں کہ اس مرتبہ کچھ مختلف ہو گا، کچھ بہتر ہو گا۔ مگر اکثر ایسا ہوتا ہے کہ دن گزرتے چلے جاتے ہیں اور ہم خود کو اسی پرانی رفتار، اسی بے ترتیبی اور اسی تاخیر کا شکار پاتے ہیں۔ اصل سوال یہ نہیں کہ رمضان آرہا ہے، اصل سوال یہ ہے کہ ہم رمضان کے لیے تیار بھی ہیں یا نہیں؟
سمجھ دار لوگ آنے والے مہمان کی تیاری پہلے سے کر لیا کرتے ہیں۔ رمضان تو پھر اللہ کی طرف سے آیا ہوا سب سے معزز مہمان ہے۔ اگر ہم اس کی تیاری شعوری طور پر کر لیں تو یہ مہینہ محض گزرے گا نہیں، بلکہ ہمیں بدل کر رکھ دے گا۔
تیاری دو طرح کی ہوتی ہے۔ ایک ظاہری اور دوسری باطنی۔
ظاہری تیاری یہ ہے کہ ہم اپنی روزمرہ ذمہ داریوں، گھریلو مصروفیات اور ضروری انتظامات کو پہلے سے سمیٹ لیں، تاکہ رمضان کے قیمتی اوقات غیر ضروری الجھنوں کی نذر نہ ہوں۔ جو کام پہلے ہو سکتے ہیں، انہیں مؤخر کرنا دانائی نہیں۔
اور باطنی تیاری؟ یہ خود سے ایک سنجیدہ مکالمہ ہے۔ اپنے آپ سے پوچھنا کہ میں اس مہینے میں کیا حاصل کرنا چاہتا ہوں؟ قرآن سے میرا رشتہ کتنا مضبوط ہو؟ میری نماز، میرا اخلاق، میری زبان اور میرا دل۔ کیا سب ویسے ہی رہیں گے یا بہتر ہوں گے؟
اگر ہم چند واضح اہداف طے کر لیں، انہیں دنوں پر تقسیم کر لیں، اور ہر دن کو کسی نہ کسی نیکی سے بھرنے کا عزم کر لیں، تو رمضان بوجھ نہیں، نعمت بن جاتا ہے۔ پھر ہر سحر امید کے ساتھ طلوع ہوتی ہے اور ہر افطار شکر کے احساس سے۔
یوں یہ ایک مہینہ صرف عید کی خوشیوں تک محدود نہیں رہتا، بلکہ دل میں ایسی روشنی چھوڑ جاتا ہے جو باقی گیارہ مہینوں تک راستہ دکھاتی رہتی ہے۔
تو آئیے، اس آنے والے مہمان کا استقبال تیاری، سنجیدگی اور امید کے ساتھ کریں۔
کیا خبر، یہی رمضان ہماری زندگی کا سب سے قیمتی سرمایہ بن جائے۔

والسلام مع الاکرام

طالبِ علم

خدا تجھے کسی طُوفاں سے آشنا کر دے
کہ تیرے بحر کی موجوں میں اضطراب نہیں
تجھے کتاب سے ممکن نہیں فراغ کہ تُو
کتاب خواں ہے مگر صاحبِ کتاب نہیں!

~علامہ محمد اقبالؒ

دنیا کی عارضی لذت کی خاطر ایمان کی ابدی لذت کو نہ کھوئیں

عاصمہ خان

انعم کی زندگی ہمیشہ سے ہی اتار چڑھاؤ کا شکار رہی تھی لیکن اس سب کے برعکس اس کے ایمان کا پیمانہ کبھی لبریز ہوتا محسوس نہ ہوا! اس نے بیسیوں خواب، سینکڑوں رشتے ترک کر دیے جو اس کے اور اللہ سبحان و تعالیٰ کے مابین اس مضبوط رشتے کو ٹھیس پہنچا سکتے تھے لیکن کبھی اپنے دین ایمان کو دنیاوی خواہشات کی نذر نہیں ہونے دیا۔ یہ اس کی تربیت کا اثر تھا یا شاید وہ دنیا کی عارضی حقیقتوں سے آشنا تھی۔

مگر پھر حالات و واقعات نے پلٹا کھایا اور پلک جھپکتے ہی سب بدل گیا! سچ کہتے ہیں انسان کوئلے کی دکان میں کام کرنے لگ جائے تو لاکھ بچاتے بھی دامن داغوں سے پاک رکھنا محال ہو جاتا ہے۔

اب وہ چھوٹی سی انعم یونیورسٹی میں قدم رکھ چکی تھی اس کی آب و ہوا میں 180 ڈگری کا گھماؤ آ گیا تھا اور وہ بھی کوئی عام یونیورسٹی نہیں بلکہ لاہور کی ایک جانی مانی یونیورسٹی نے اسے بطور طالبہ چنا تھا۔ وہ بہت خوش تھی کہ اب اس کے خوابوں پہ سچائی کی مہر لگے گی لیکن وہ آنے والے طوفان سے ناآشنا تھی جو اس کے تقوی کو لرزا دینے والا تھا۔

ابتدائی دنوں میں وہ بہت سخت اور پردہ دار رہی لیکن پھر آہستہ آہستہ ماحول کا رنگ چڑھ چکا تھا۔ اس کا نفس حاوی ہوتا چلا گیا اور وہ کمزور! اس کا عبایا چست ہو چکا تھا۔ آنکھوں پہ مسکارے کی دھار اور ہاتھوں پہ نیل پالش کی سرخی لڑکوں کو مائل کرنے کو کافی تھی۔ دن گزرتے گئے اور اس کا ایمان اس سے مزید دوری اختیار کر چکا تھا۔

پھر ایک روز حسب معمول وہ گھر کی جانب رواں تھی کہ اس کی آنکھوں نے ایک خوفناک حادثہ دیکھا۔ وہ حادثہ ایک نوجوان کی جان لے گیا تھا اور یہ تلخ حقیقت انعم کے دماغ پہ بھاری تھی۔

اب تلک وہ موت کی یاد کو خود سے دور نہ ہونے دیتی تھی لیکن اتنا عرصہ عیش و عشرت میں گزارنے کے بعد دوبارہ خود کو اس ٹریک پہ لانا محال تھا۔ بہر حال کہتے ہیں نا "جسے رب رکھے اسے کون چکھے" آخر کو وہ اللہ کی بندی ہی تھی نا؟؟ بھٹک کر جاتی بھی تو کہاں؟؟ لوٹ کر آنا تو اسی رب کی بارگاہ میں تھا نا!

خیر اس روز جب اس نے گھر کی چار دیواری میں قدم رکھا تو اسے پھر سے وہی انعم عبادات میں مشغول دکھائی دی جو دنیاوی رنگ چڑھنے سے پہلے ہوا کرتی تھی۔ اسے کچھ سمجھ نہ آیا تو وضو کیا اور ظہر کی نماز پڑھنے بیٹھ گئی!!

نماز کی لذت کم تو ہو رہی تھی لیکن اس دن اسے ایسے لگا جیسے اسکی دنیا اس کے ہاتھوں سے کھسک چکی ہو "اس کا سب سے قیمتی سرمایہ یعنی اس کا ایمان اس سے کھو چکا تھا" اور پھر وہ منظر اسے رہ رہ کر دنیا کی عارضی زندگی کا احساس دلا رہا تھا! اس نے رونے کی کوشش کی مگر وہ خشوع و خضوع والے آنسو تو جیسے خشک ہی ہو گئے تھے۔ مگر ایمان کی روشنی اب بھی قلب کے کسی کونے میں چمک رہی تھی۔

وہ تھک ہار کر فوراً وہاں سے اٹھی اور کمرے میں جا کر سو گئی جب رات گئے تک وہ کمرے سے باہر نہ آئی تو والدہ نے خبر گیری کی؛ کمرے میں گھپ اندھیرا تھا جیسے ہی ماں نے روشنی کی تو وہ نم آنکھوں سے انہیں لپٹ گئی۔

بہت پوچھنے پہ بھی کچھ نہ بتایا بس یہی کہہ رہی تھی،
"امی میرا رب کھو گیا ہے مجھ سے میں کیا کروں؟؟ امی میں نے اللہ جی سے خود کو دور کر لیا ہے میں دوبارہ انہیں کیسے حاصل کروں گی؟"

اس کی امی نے اس کے بالوں میں ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا،
"میری بچی اللہ تو ہمارے پاس ہی ہوتا ہے نا بس ہم نادان دنیا کی رنگینیوں میں کھو کر اس سے میلوں دور چلے جاتے ہیں"

اس نے امید بھری نظروں سے ماں کی جانب دیکھا۔
"سچ کہہ رہی ہیں؟"
"ہاں میری پیاری بیٹی"
"تو میں انہیں واپس کیسے پا سکتی ہوں؟"

اس کی والدہ مسکراتے ہوئے بولیں۔
"ایک پیر نفس کی گردن پہ اور دوسرا پیر رب العزت کے گھر میں۔ اس کی جانب قدم بڑھا کر تو دیکھو وہ تمہیں تھام لے گا!

اب اسے سب آسان لگنے لگا تھا جن حالات نے اسے بے یار و مددگار ایمان کی خستہ حالت کے ہمراہ چھوڑ دیا تھا وہ اب ان کی حقیقت جان چکی تھی کہ وہ سب محض خیالات کی خوب صورتی کے سوا کچھ نہیں۔

ماں کو زور سے گلے لگایا اور نماز عشاء کی نیت سے وضو کرنے گئی۔

اس روز نماز کا ایک مزہ تھا۔ مایوسی کے سارے بادل چھٹ چکے تھے۔ مگر اسے اپنا آپ نڈھال محسوس ہو رہا تھا لب حرکت کرنے سے قاصر تھے۔ وہ جائے نماز بچھاتے ہی سجدے میں گر گئی یوں لگا جیسے کسی نے اسے آغوش میں لے لیا ہو
بلاشبہ وہ اس کے رب کی طرف سے موصول ہونے والی اطمینان کی ٹھنڈی فضا تھی جسے نے اسے جینے کی نئی کرن سے نوازا!!!وہ زندگی کا مقصد اچھے سے سمجھ چکی تھی۔ وہ چھوٹی انعم جو اپنے ایمان کا سودا ہر گز نہ کرتی وہ لوٹ آئی تھی۔ اس نے اپنے رب کو پا لیا تھا اور اس سے بڑی کامیابی اور کوئی نہ تھی۔

انعم کی کہانی بہت سوں کی زندگی میں بار بار وقوع پذیر ہوتی دکھائی دیتی ہے لیکن چند لوگ ہی دنیا سے مار کھانے کے بعد اپنے رب کی بارگاہ میں حاضری دیتے ہیں۔ وگرنہ کئی تو ان دکھوں کا مداوا کرنے کی خاطر اگلی دنیاوی خواہش پالنے بیٹھ جاتے ہیں!!

گناہ ہمیں مسلمانیت کے دائرے سے خارج نہیں کرتے بلکہ یہ تو ہماری یاددہانی کرائی جاتی ہے کہ ہمیں اس دنیا میں کیوں بھیجا گیا؟ مقصد پہ ثابت قدم رہنے کے لئے ٹھوکر لگنا ضروری ہوتا ہے لیکن ولی اللہ یعنی اللہ کے جو دوست ہیں اس کے پیارے بندے تکالیف سے سبق حاصل کرتے ہیں اسے آئندہ کے لیے بطور عبرت لے کر چلتے ہیں بجائے مخالف سمت میں جانے کے۔

یاد رکھیئے رستے دو ہی ہوتے ہیں "ایک شیطان کا تو دوسرا رحمان کا"
آپ کو پورا اختیار ہے کوئی بھی رستہ چنیں اور اسے زندگی کا اوڑھنا بچھونا بنا لیں!

مگر بغیر نیت و جد و جہد کے کچھ ممکن نہیں؛
فرمان الہی بھی ہے
"انسان کے لیے وہی ہے جس کے لیے وہ کوشش کرے" سورہ النجم (آیت 39)

گناہ ہو جائے تو رب العزت کی بارگاہ میں رجوع کریں اس سے مدد مانگیں صبر اور نماز کے ذریعے سے اور توبہ النصوح (سچی توبہ) کریں

سچی توبہ؟ ایسی توبہ جس کے بعد گمراہی نہ ہو رب العالمین کو ایسے بندے بہت محبوب ہوتے ہیں؛
دنیا بھلے ادھر سے اُدھر ہو جائے آپ کا اپنے مالک سے تعلق پہ کوئی سمجھوتا نہیں ہونا چاہئے۔ اس کی محبت اس کے احکامات اولین ترجیح ہیں کوشش کریں کہ بھٹکنے کے بعد بھی اپنے مقصد کو دوبارہ حاصل کرنے کا جذبہ سلامت رہے۔

والله المستعان

حضرت لیلیٰ رضی اللہ عنہا بنتِ ابی حشمہ

فرید اللہ مروت

حصہ سوم (آخری)

پہلی ہجرتِ حبشہ

وہ رجب 5 نبوی کی خاموش سیاہ رات تھی، جب اُمِّ عبد اللہ رضی اللہ عنہا اپنے شوہر، حضرت عامر بن ربیعہ رضی اللہ عنہا اور معصوم بیٹے، عبد اللہ کے ساتھ دامادِ رسولؐ، حضرت عثمان رضی اللہ عنہا کی قیادت میں حبشہ جانے والے قافلے میں شامل ہوگئے، جو 12 مَردوں اور چار خواتین پر مشتمل تھا۔ اس میں حضور ﷺ کی صاحب زادی، حضرت رُقیہ رضی اللہ عنہا بھی شامل تھیں۔ یہ لوگ رات کے پچھلے پہر نہایت رازداری کے ساتھ بحرِ احمر کی بندرگاہ، شعیبہ پہنچے، جسے اِن دِنوں جدّہ کہا جاتا ہے۔ خوش قسمتی سے یہاں دو تجارتی بحری جہاز حبشہ جانے کے لیے تیار تھے۔ اس سے پہلے کہ کفّارِ مکّہ قافلے تک پہنچتے، جہاز اللہ کے ان بندوں کو لیے کُھلے سمندر میں حبشہ کی جانب رواں دواں ہوگئے۔ (تاریخِ طبری)

کفّار سجدہ ریز ہوگئے

حضرت لیلیٰ رضی اللہ عنہا اپنے شوہر، صاجزادے اور دیگر صحابہؓ کے ساتھ حضرت عثمان بن عفّان رضی اللہ عنہ کی امارت میں نہ صرف پُرسکون وقت گزار رہی تھیں، بلکہ مقامی لوگوں میں تبلیغ اسلام کا فریضہ بھی سرانجام دے رہی تھیں۔ حبشہ کا بادشاہ، نجاشی ان مہمانوں کا بے حد خیال رکھتا تھا، لیکن اس سب کے باوجود دیدارِ مصطفیٰ ﷺ کی سعادت اور آپ ﷺ کی قربت یاد آتی، تو دِل مکّہ جانے کے لیے بے قرار ہو جاتا۔ ابھی حبشہ میں چار ماہ ہی گزرے تھے کہ قریشِ مکّہ کے مسلمان ہونے کی خبر حبشہ پہنچی، جس پر مہاجرین نے واپسی کا فیصلہ کرلیا۔ حضرت لیلیٰؓ اور اُن کے شوہر بھی مکّہ واپس آگئے، لیکن معلوم ہوا کہ وہ خبر ایک غلط فہمی پر مبنی تھی۔

صحیح بخاری میں حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آنحضرت ﷺ صحنِ کعبہ میں سورۃُالنجم کی تلاوت فرمارہے تھے۔ آپ ﷺ جب اِس آیت پر پہنچے ”پس، اللہ کے سامنے سجدہ کرو اور

اس کی عبادت کرو"، تو حضور ﷺ کے ساتھ وہاں موجود تمام مسلمان اور مشرکین بے اختیار ہو کر سجدہ ریز ہو گئے، صرف ایک مشرک اُمیّہ بن خلف نے سجدہ نہیں کیا، اُس نے ایک مٹھی مٹی اُٹھائی اور اپنی پیشانی پر مَل لی۔ حضرت ابن عبّاس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ "اُس وقت وہاں موجود تمام مشرک، مسلمان حتیٰ کہ جنّات بھی سجدہ ریز ہو گئے تھے" (صحیح بخاری)۔ جزائرِ عرب میں یہ خبر جنگل کی آگ کی طرح پھیل چُکی تھی۔ یہ واقعہ ماہِ رمضان 5 نبوی میں پیش آیا۔ اور یہی وہ خبر تھی، جو مہاجرین کی حبشہ سے مکّہ واپسی کا باعث بنی۔

اللہ کی راہ میں تین ہجرتیں

حضرت لیلیٰ رضی اللہ عنہا دیگر مسلمانوں کے ساتھ ماہِ شوال میں مکّہ واپس پہنچیں، تو معلوم ہوا کہ اب تو حالات پہلے سے بھی اَبتر ہو چُکے ہیں۔ کفّار کی جانب سے ظلم و تشدّد میں مزید شدّت آچُکی تھی، چنانچہ آنحضرت ﷺ نے دوبارہ ہجرت کی ہدایت فرمائی۔ حضرت لیلیٰ رضی اللہ عنہا، اُن کے شوہر اور بیٹا 83 مَردوں اور 18 خواتین کے ساتھ دوبارہ حبشہ ہجرت کر گئے۔ چند سال حبشہ میں گزار کر میاں، بیوی مکّہ واپس آئے تو اُنھیں مدینے کی جانب ہجرت کا حکم ملا۔

چنانچہ وہ ایک مرتبہ پھر اللہ کی راہ میں نکل کھڑے ہوئے۔ یوں اِس خانوادے نے اللہ کی راہ میں تین مرتبہ ہجرت کا اعزاز حاصل کیا۔ حضرت لیلیٰ رضی اللہ عنہا کے صاحبزادے، حضرت عبداللہ بن عامر بن ربیعہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میری والدہ سے پہلے کوئی بھی پردہ نشیں خاتون ہودج میں بیٹھ کر مدینہ نہیں آئیں۔ ہجرت کے اِس سفر میں وہ میرے ساتھ تھیں۔" (طبقات ابن سعد)

انصار کا حُسنِ سلوک

حضرت لیلیٰ رضی اللہ عنہا اور اُن کا خاندان سب سے پہلے مدینہ ہجرت کرنے والے چند مسلمانوں میں سے ایک تھا۔ جب انصار کو ان کے دو مرتبہ حبشہ ہجرت کا علم ہوا، تو اُن کے ساتھ نہایت عزّت و احترام کے ساتھ پیش آئے۔ انصار ہی نے اُن کے لیے رہائش اور اُن کے شوہر، حضرت عامر بن ربیعہ رضی اللہ عنہ کے لیے روزگار کا بندوبست کیا۔ چنانچہ وہ بہت جلد پُرسکون اور آرام دہ زندگی گزارنے کے قابل ہو گئے۔

حضرت لیلیٰ رضی اللہ عنہا کے مناقب

حضرت لیلیٰ رضی اللہ عنہا بے باک اور حق گو ہونے کے ساتھ شجاعت و بے خوفی، جرأت و استقامت اور عزیمت کا مثالی پیکر تھیں۔ مشکلات کا مقابلہ اور تکالیف و مصائب سے پنجہ آزمائی اُن کے لیے کوئی نئی بات نہ

تھی۔ شادی کے بعد اپنے شوہر کے قدم بہ قدم ہر آزمائش میں پوری اُتریں۔ حضرت لیلیٰ رضی اللہ عنہا اور اُن کے شوہر نے غزوۂ بدر سے غزوۂ تبوک تک، تمام غزوات میں بھرپور شرکت کی۔ مؤرّخین کے نزدیک، حضرت عُمر رضی اللہ عنہ کے قبولِ اسلام میں جہاں اُن کی بہن فاطمہ رضی اللہ عنہا کا ہاتھ ہے، وہیں دُوسری طرف حضرت لیلیٰ بنتِ حشمہ رضی اللہ عنہا کی مسلسل کاوشیں بھی نظرانداز نہیں کی جاسکتیں۔

جھوٹ بولنا منافق کی علامت

اللہ کے رسول ﷺ حضرت لیلیٰ رضی اللہ عنہا کے خاندان کو اُن کی جرأت، استقامت اور جہدِ مسلسل کی بنا پر بہت پسند فرماتے تھے اور اُن کے گھر تشریف لے جایا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ آپ ﷺ حضرت لیلیٰ رضی اللہ عنہا کے گھر گئے۔ اُنھوں نے اپنے چھوٹے بچّے کو بلایا اور کہا ''تم میرے پاس آؤ، مَیں تمہیں کچھ دوں گی۔ ''حضور ﷺ نے فرمایا، ''تم اسے کیا دو گی؟'' بولیں، ''مَیں اسے کھجور دوں گی۔''
آپ ﷺ نے فرمایا: ''اگر تم اسے دینے کے بہانے سے بُلاتیں اور کچھ نہ دیتیں، تو تمہارا شمار جھوٹوں میں ہوتا۔'' آنحضرت ﷺ نے فرمایا: ''جھوٹ انسان کو آگ کی طرف لے جاتا ہے۔'' (ابوداؤد) اور آپ ﷺ کا ارشادِ گرامی ہے ''جھوٹ بولنا منافق کی نشانی ہے'' (ابوداؤد)

سیدنا عامر رضی اللہ عنہ کا خاندان اللہ اور رسول ﷺ کا زندگی بھر وفادار رہا۔ اللہ ان کے خاندان پر رحم کرے اور انہیں اپنے فضل و کرم سے نوازے۔ آمین۔

بے جان گھر

اُم حسین

کائنات میں موجود ہر شے اس لیے باجان ہے کہ اُس کے پیچھے کوئی عزم و ارادہ ہوتا ہے، پھر چاہے کچھ چیزوں کو بے جان ہی کیوں نہ کہا جاتا رہا ہو، اور جان اصل، نسل اور وقت سے ڈالی جاتی ہے ٹھیک اسی طرح عمارتیں بھی محض عمارتیں نہیں ہوتیں بلکہ ارادے کی احساس سے بھری ہوئی تصویر ہوتی ہیں۔ اور ان میں سب سے بڑھ کر تہذیبِ انس کا مرکز "گھر" ہے جسے ہمیشہ سے بہت ارمانوں سے جوڑا جاتا رہا ہے مگر آج وہی گھر محض کائنات میں پہلی بے جان شے بن کر رہ گیا ہے جس کے بناؤ سنگھار کیلئے کروڑوں روپے لگا دیے جاتے ہیں مگر مجال ہے جو اُس میں جان ڈالنے کی سعی کی جائے جان کا ڈالنا محض اُس پر کروڑوں روپے خرچ کر دینے کا نام نہیں ہے بلکہ جان تو جیسے ہم نے کہا عزم و ارادے سے ڈالی جاتی ہے اور جس گھر کو محض سجایا جا رہا ہے اس میں دکھاوے کے سوا کوئی ارادہ نہیں۔ لہٰذا یہ بھی انسانی جسم کی طرح اپنا ظاہر تو سنوار لیتا ہے۔

مگر آج کے انسان نما مردے کی طرح اپنے اندر سے فقط ایک مردہ "House" ہے۔ گھر کا سنوارنا تو یہ ہے کہ اُس میں عزم کی بُنیاد پر اُصول کی اینٹ رکھی جائے اور احساس و اتحاد کے رنگ سے سارا گھر رنگا جائے۔ قربانی کی شمع سے اِس کا کونا کونا چمکایا جائے۔ پھر اُس میں مہکنے و چہکنے والا گل رنگیں نصب ہو جو اپنی خوشبوؤں سے نہ صرف ایک گھر میں بلکہ اپنے وجود کی پوری خوشبو سے معاشرے میں جان ڈال دے، وہ معاشرہ جو اب صرف مردوں کا ایک قبرستان بن کر رہ گیا ہے، اُس کی بقا اسی خوشبو پر ہی منحصر ہے۔

مگر گل رنگیں اپنے رنگوں سے بیزار اب فقط زمانے کی ریت پر چل دیا ہے، جس کا کام اپنے گلشن میں رہ کر مہکنا و چہکنا تھا اپنی جڑوں سے اُکھاڑا گیا ہے اُسے گلشن میں لائے بغیر گھر آخر کیسا گھر؟ لیکن اسی "گھر" کی بقا کے بغیر انفرادی بقا بھی ممکن نہیں پھر اجتماعی بقا کا تو سوال ہی نہیں اُٹھتا۔ ہم بنا کُچھ دیکھے محض کفن کو سجاتے جا رہے ہیں۔ یہ نہیں ہوتا کہ زندگی کی تلاش میں نکلیں! موت دینے والا مردے سے زندہ کو نکالنے والا ہے اُس سے نظر مانگیں کہ ہم بینائی کھو چکے ہیں۔

مُدّثّرِ کا خطاب اور اس کا مفہوم

مولانا محمد یوسف اصلاحی

مُدّثّر یعنی چادر میں لپٹنے والا
یہ خطاب دراصل داعئ اسلام کے فکرو اضطراب اور سوز و غم کی داعیانہ کیفیت کی تصویر کشی ہے۔ جب انسان کسی گہرے غم میں انتہائی پریشان ہو جاتا ہے تو وہ سب سے الگ تھلگ چادر تان کر پڑا رہتا ہے اور اندر ہی اندر اپنے غم کا مداوا سوچتا رہتا ہے، یہاں مدثر کہہ کر اسی فکرو اضطراب کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔

نبی ﷺ کو اس خطاب سے نوازنے کے دو پہلو ہیں:
ایک یہ کہ خدا نے آپ ﷺ کے فکر و غم کو سراہتے ہوئے اس محبت آمیز خطاب میں اپنی رحمت و شفقت کا اظہار فرمایا ہے، ٹھیک اسی طرح جس طرح آپ ﷺ نے دیکھا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ زمین پر پڑے ہوئے ہیں اور آپ کا جسم گرد آلود ہو رہا ہے تو آپ ﷺ نے قُم یا اَبا تُراب کہہ کر اپنی محبت و شفقت کا اضہار فرمایا تھا۔

دوسرا یہ کہ آپ ﷺ کی کیفیت کو سامنے لا کر یہ اشارہ کیا گیا ہے کہ داعئ حق کا بنیادی وصف یہی فکر و اضطراب ہے۔ اس داعیانہ تڑپ کے بغیر نہ حق کے لیے دل کھل سکتے ہیں اور نہ اسلام کے ہمہ گیر تہذیبی انقلاب کو قبول کرنے کے لیے دنیا تیار ہو سکتی ہے۔ حضرت نبی اکرم ﷺ کا حال یہ تھا کہ آپ ﷺ قوم کی اس گمراہی پر برابر کڑھتے اور پہروں اسی غم میں ڈوبے رہتے کہ کس طرح قوم کو اس گمراہی سے نکالیں۔
آپ ﷺ کی کیفیت دیکھ کر خدا کی رحمت جوش میں آئی۔ اور نہایت پیار بھرے انداز میں کہا،
اے چادر میں لپٹ کر گھلنے والے! غم سے اپنی جان ہلکان نہ کرو، بلکہ اٹھو اور یقین کی پوری قوت کے ساتھ اپنی قوم کو بتاؤ کہ اس شرک و معصیت کا انجام انتہائی تباہ کن ہے، اس سے بچو۔ خدا ہی سب سے بڑا ہے، وہی اکیلا معبود ہے۔ اس کی توحید کو اپناؤ اور اس کی تکبیر کہو، جس کی مکمل ترین عملی شکل نماز ہے، اعتقاد کے پہلو سے توحید پورے دین کا سرچشمہ ہے اور عمل کے پہلو سے نماز سارے دین کی بنیاد ہے۔

خدا کی تکبیر کا ایجابی نتیجہ یہ ہے یا ہونا چاہیے کہ "وَثِيَابَكَ فَطَهِّرْ" اپنی شخصیت کو پاک صاف رکھو۔ ثیاب سے مراد صرف لباس ہی نہیں بلکہ ثیاب سے مراد ذات اور شخصیت ہے۔ طاہر الثّوب اس شخص کو کہا جاتا ہے جس کا نفس اخلاقِ رضیلہ سے پاک اور اخلاقِ فاضلہ سے آراستہ ہو، جو سچائی خلوص اور وفا کا پیکر ہو "وَرَبَّكَ فَكَبِّرْ" کا سلبی نتیجہ ہے "وَالرُّجْزَ فَاهْجُرْ" ...... گندگی، شرک و معصیت سے دور رہو۔ ہر وہ گندگی جو خدا کے غضب اور عذاب کی موجب ہو وہ رُجز ہے اور خدا کی توحید پر ایمان لانے والے کی زندگی اس رُجز سے پاک ہونی چاہیے۔

ماخوذ از کتاب: داعیٔ اعظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

